17-5-2019

دورہ قرآن (2019)

پارہ نمبر 25 (إِلَيۡهِ يُرَدُّ)

اللہ سبحانہ وتعالی نے کچھ نعمتیں دنیا میں بنائی ہیں اور کچھ نعمتیں آخرت کے لیے رکھی ہیں لیکن دنیا کی کوئی بھی نعمت آخرت کی نعمت کی طرح نہیں ہے۔ سوائے علم کے، ایمان کے۔ ایمان اور علم، یہ دونوں چیزیں ایسی ہیں جو آخرت کی نعمت کے مشابہ ہیں، یعنی انسان کے اندر جب ایمان آتا ہے اور ایمان جاگتا ہے تو دل کو جو حلاوت اور خوشی محسوس ہوتی ہے، وہ خوشی انسان جنت میں بھی محسوس کرے گا اور اس ایمان کی وجہ سے محسوس کرے گا اور اس کے علاوہ علم حاصل کرنے کے بعد جب انسان کے اندھیرے دور ہوتے ہیں، اس کو روشنی ملتی ہے اس کے اندر اللہ سبحانہ وتعالی کی محبت بڑھتی ہے تو اس سے دل کو سکون اور قرار آتا ہے، یہ قرار اور یہ چین جنت میں بھی انسان کو نصیب ہو گا۔

علم دل کی زندگی ہے، علم کے بغیر دل مردہ ہیں۔

✧ امام ابن القیم کہتے ہیں

کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے دلوں کے لیے علم کو ایسے بنایا ہے جیسے زمین کے لیے بارش بنائی، تو جس طرح زمین کی زندگی بارش کے بغیر نہیں ہو سکتی اسی طرح دل کی زندگی علم کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

یعنی دل زندہ ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ انسان علم حاصل نہ کرے۔

سورۃ فصلت

❖ آیت 47-48

یہاں پر اللہ سبحانہ وتعالی کے وسیع علم کا ذکر کیا جا رہا ہے اور خاص طور پر ان امور کا ذکر کیا جا رہا ہے جن کا علم اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔ جنہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جس میں سب سے پہلے اِلَيۡهِ يُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَةِ

کہ قیامت کا علم اسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ یعنی انبیاء، مرسلین، فرشتے باقی ساری مخلوق اس بارے میں عاجز ہیں اور اپنی بے بسی کا اقرار کرتے ہیں کہ کسی کو بھی علم نہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اسی طرح جو پھل شگوفوں سے نکلتے ہیں، جن میں تمام درختوں کے پھل ہیں جو شہروں میں ہوں، جنگلوں میں ہوں، آپ کے گھروں میں لگے ہوئے ہوں تو کسی بھی درخت پر کوئی بھی پھل جب لگتا ہے) آج کل جو sprout نکل رہے ہیں (تو اس میں سے جو شگوفہ پھوٹتا ہے اور اس میں سے آگے پھل نکلتا ہے اور وہ پکتا ہے تو یہ سب کا سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔

اسی طرح کوئی مادہ، کوئی female حاملہ نہیں ہوتی چاہے وہ بنی آدم میں سے ہو یا حیوانات میں سے ہو مگر یہ کہ اللہ تعالی کو پتہ ہوتا ہے کہ کون کہاں پر گننٹ ہو گیا ہے اور اسی طرح کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا لیکن یہ اللہ کے علم میں ہوتا ہے۔

یہاں یہ بات کہنے کا مقصد کیا ہے؟

کہ اللہ تعالی کا علم اتنا وسیع ہے، اس کے مقابلے میں لوگوں نے اللہ کے مد مقابل جو ہستیاں قرار دے رکھی ہیں، جو بت یا جن کو اللہ کا شریک قرار دیتے ہیں تو وہ سب کیا علم رکھتے ہیں؟ کچھ بھی علم نہیں رکھتے! تو جس کے پاس علم ہی نہیں ہے، وہ الٰہ بننے کا مستحق کیسے ہو سکتا ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ سبحانہ وتعالی ان کے اس جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لیے پکارے گا اور فرمائے گا-- اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ--- کہاں ہیں میرے وہ شریک جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے۔ ان کی عبادت کرتے تھے، ان کی وجہ سے تم اہل ایمان سے جھگڑے کیا کرتے تھے، رسولوں کو جھٹلاتے تھے، ان سے عداوت رکھتے تھے، تو وہ کیا کہیں گے؟ وہ اس وقت ان سب کا انکار کر دیں گے اور وہ کہیں گے کہ ہم آپ سے کہہ چکے کہ ہم میں سے آج کوئی بھی اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ کوئی بھی اللہ کے سوا اور معبود ہو سکتا ہے۔

لیکن دنیا میں انسان اس قدر غافل ہے، کس قدر بے خبر ہے کہ وہ اس بات کو سمجھتا نہیں ہے اور وہاں چونکہ انہیں یہ یقین ہو جائے گا کہ اب اللہ سے بچانے والا کوئی بھی نہیں، کہیں سے کوئی مدد نہیں ملے گی، کوئی جائے پناہ نہیں، تو اس وجہ سے وہ سب کے سب جن کو وہ اپنا کچھ سمجھتے تھے، وہ ان سے گم ہو جائیں گے اور وہ یقین کر لیں گے کہ وہ اب بچ نہیں سکتے۔ تو یہ بات جو کل قیامت کے دن انسان کہیں گے، جس کا اقرار کریں گے، کاش وہ دنیا میں سمجھیں اور آج اس حقیقت سے آگاہ ہو جائیں اور اس بات کو سمجھ جائیں، اس نکتے کو سمجھ جائیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی نہ پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی عبادت کے لائق ہے اور نہ ہی ہماری کوئی مشکل آسان کر سکتا ہے اور نہ ہی ہمارے کسی کام آ سکتا ہے۔

❖ آیت 49

تو انسان کا عام طور پر حال کیا ہے؟ کہ اٹھتے بیٹھتے اپنے لیے خیر مانگتا رہتا ہے، اپنے لیے، اپنی اولاد کے لیے، اور بھلائی کی دعا کرنے سے کبھی تھکتا نہیں، یعنی انسان کو جو کچھ بھی مل جائے وہ اس پر قناعت نہیں کرتا بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اس سے آگے اور ملے اور ملے یعنی چاہے وہ مال ہو، چاہے اولاد ہو، چاہے جاہ و منصب ہو، چاہے دنیا کی نعمتیں ہوں۔

ہم سب اگر غور کریں تو اگر ہمارے دس سال پہلے حالات اس سے کمزور تھے تو اس وقت بھی ہم مزید مانگتے تھے اور آج اگر بہتر ہیں تو آج بھی اور مانگتے ہیں۔ تو یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ وہ دنیا کی خیر کے حوالے سے کبھی بھی راضی نہیں ہوتا، وہ مزید مانگتا چلا جاتا ہے۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اگر ابن آدم کو ایک وادی سونے کی بھر کے دے دی جائے تو وہ دوسری کا خواہشمند ہو جائے گا، اور اگر دوسری دے دی جائے تو تیسری کا خواہش مند ہو جائے گا اور ابن آدم کا پیٹ مٹی کے سوا کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالی اس کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔

❖ آیت 50

دنیا کی رونقوں میں پھر انسان ایسے غافل اور مدہوش ہوتا ہے کہ اپنے آخرت کے انجام کو بھول جاتا ہے۔

یہ اگر یہاں مل گیا ہے تو وہاں کیوں نہیں ملے گا۔

یہاں انسان کی دو قبیح صفات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

- کہ اگر اسے تکلیف پہنچتی ہے تو مایوس ہونے لگتا ہے
- اور اگر انسان کو کوئی نعمت ملتی ہے، خوشحالی پہنچتی ہے تو بھول جاتا ہے کہ انعام کس نے کیا، وہ خود تکبر کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس کا حقدار تھا۔

اور پھر یہ صفات اللہ نے ان لوگوں کی بتائیں جو قیامت کو جھٹلاتے ہیں، یعنی اللہ کا انکار، آخرت کا انکار انسان کے اندر ایسی بداخلاقی پیدا کر دیتا ہے، لیکن جو مومن ہوتا ہے وہ ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور حالات کی تنگی سے مایوسی کی طرف نہیں جاتا۔

❖ آیت 51

یعنی پھر وہ اپنی دولت کو دنیا کی خوشحالی اور نعمتوں کو انجوائے کرنے کی طرف چل پڑتا ہے اور ان میں مصروف ہو جاتا ہے۔

اور یہ ہم سب کا حال ہے کسی نہ کسی درجے میں کہ تکلیف کے وقت ہم جس طرح اللہ کو پکارتے ہیں اس طرح خوشحالی میں نہیں پکارتے۔

❖ آیت 52

کیونکہ قرآن تو کتابِ ہدایت ہے اور اگر کوئی شخص اس کو ہی نہیں مانتا تو پھر اس کا حال کیا ہوگا؟

وہ گمراہی میں ہی بھٹکتا پھرے گا اور وہاں تک گمراہی میں جائے گا کہ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہ ہو گا اور کسی ذریعے سے اس کو ہدایت نہیں ملے گی۔ کیونکہ جو ہدایت کا سرچشمہ تھا، یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے کسی انسان کو پیاس لگے اور پانی کا جو چشمہ اس کے سامنے ہے اس کو چھوڑ کر آگے نکل جائے اور آگے کہیں پانی نہ ہو تو پھر وہ پیاس سے مرے گا نہیں تو کیا ہوگا۔

❖ آیت 53

یعنی اللہ سبحانہ وتعالی اپنی وحدانیت کی علامتیں، نشانیاں کائنات میں یعنی آسمانوں کے کناروں پر بھی اور خود انسان کے اپنے وجود کے اندر بھی دکھائے گا کہ یہ سب کچھ خود سے خود نہیں بنا بلکہ اس کا بنانے والا کوئی ہے اور وہ رب کریم کی ذات ہے۔

❖ آیت 54

یہ جو بات ہے کہ اپنے رب کی ملاقات سے شک میں پڑے ہوئے ہیں، ہم سب بھی اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا ہمیں یقین ہے کہ ہمیں ایک دن اللہ کے سامنے جا کر کھڑے ہونا ہے اور کیا ہم اس کے لیے دعائیں بھی کرتے ہیں؟

کہ یا اللہ! وہ ملاقات بہت خوشگوار ہو۔

آپ دیکھیں دنیا میں اگر آپ کو کسی سے پہلی بار ملنا ہو تو آپ کے دل کے اندر کیسے جذبات ہوتے ہیں؟ کیسی کیفیات ہوتی ہیں؟ اور خصوصاً اگر آپ کی کوئی بہت محبوب ہستی ہو یا دنیاوی اعتبار سے اس کا کوئی بہت بڑا درجہ اور مقام ہو تو اس کے لیے ہم تیاری کرتے ہیں، فکر کرتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں کہ اللہ کرے سب ٹھیک ہو جائے۔

تو اگر ہمیں اپنے رب سے ملاقات کا یقین ہے تو اس کے لیے ہم کتنا فکر کرتے ہیں کہ وہ ملاقات اچھی ہو، خوشگوار ہو اور ہمیں بہت محبوب ہو۔ اس کے لیے دعائیں کرنی چاہیے کہ یا اللہ جب میں آپ سے ملوں تو آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور میں آپ کو دیکھ کر خوش ہو جاؤں یعنی اس وقت اللہ تعالی ناراض نہ ہوں اور ہمارے

اندر ایسا خوف نہ ہو کہ ہم مایوس ہو جائیں۔ لیکن جو شخص ملاقات کا یقین رکھتا ہے پھر وہ اس کے لیے تیاری کرتا ہے کیونکہ جو ملاقات کی تیاری نہیں کرتا تو یہ ناسمجھی کی علامت ہے۔

✧ عمر بن عبد العزیز منبر پر چڑھے۔ پھر اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر کہا امابعد! اے لوگو! میں نے کسی نئے حکم کو جاری کرنے کے لیے تمہیں جمع نہیں کیا لیکن میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے جس کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو، جس سے تمہاری ملاقات ہونے والی ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ میں جان چکا ہوں کہ اس حکم کی تصدیق کرنے والا احمق ہے اور اس کی تکذیب کرنے والا ہلاک ہونے والا ہے، بس اتنا کہہ کر ممبر سے اتر گئے۔

توان کا یہ کہنا کہ اس کی تصدیق کرنے والا کہ اللہ سے ملاقات ہو گی کہنے والا احمق ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟

یعنی جو اس کی تصدیق کرتا ہے پھر اسے چاہیئے کہ اس جیسا عمل بھی کرے، اتنی تیاری بھی کرے یعنی جس درجے کی ہستی سے ملاقات ہے پھر اس طرح کی تیاری بھی مطلوب ہے لیکن وہ ویسا عمل نہیں کرتا اور نہ ہی اس سے ڈرتا ہے، نہ ہی اس کی ہولناکی سے خوف کھاتا ہے حالانکہ وہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے، اس کے واقع ہونے کا یقین بھی رکھتا ہے، اس کے باوجود اپنے کھیل اور غفلت اور خواہشات اور گناہوں پر اڑا رہتا ہے تو اس اعتبار سے وہ احمق ہے اور لغت میں احمق وہ ہوتا ہے جس کی عقل کمزور ہوتی ہے۔

تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے کہ **سمجھدار اور عقلمند لوگ کون ہیں؟**

کہ جو اللہ کی ملاقات کی تیاری کریں، عمل کر کے اور اس کے لیے چھوٹے چھوٹے بھی جو عمل کیا کریں تو کہا کریں کہ یا اللہ! یہ عمل میں صرف اور صرف تیرے لیے کر رہی ہوں تاکہ تو اس دن مجھے دیکھے تو مجھے بخش دے اور مجھ سے راضی ہو جائے، کیونکہ بہت دفعہ ہم نیک کام کرتے بھی ہیں اور کر کے پھر احسان بھی جتاتے ہیں اور کر کے اس کو ضائع بھی کر دیتے ہیں۔

تو جو شخص اللہ کے لیے کرتا ہے وہ ہر حال میں مطمئن اور راضی ہوتا ہے کہ جس کے لیے میں نے کیا، اس نے دیکھ لیا۔

سورۃ الشوریٰ

❖ آیت 10

دنیا میں آپ دیکھیے کہ ہر موضوع اور ہر topic پر لوگوں کا باہم اختلاف ہوتا ہے، چاہے وہ مذہب ہو، politics ہو، finance ہو، کوئی بھی چیز ہو تو اس میں لوگوں کے خیالات اور نظریات مختلف ہوتے ہیں۔ دنیاوی امور میں تو اختلاف ہوتا ہے، ختم ہو جاتا ہے اور اس کے کوئی بہت بڑے consequences نہیں ہوتے لیکن دین کے معاملے میں جو اختلاف ہے اس کا اصل فیصلہ تو اللہ کرے گا۔ اس لیے ہمیشہ انسان کے اندر یہ حرص ہونی چاہیے کہ میں صحیح دلیل کو اپنالوں، کسی قسم کی انا پرستی کا شکار نہ ہوں، کسی طرح کی اپنی خواہش نفس کا شکار نہ ہوں کیونکہ یہ بات میری مرضی کے خلاف جاتی ہے اس لیے اس کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ نکال لوں، اصل فیصلہ اللہ کرے گا کہ صحیح کیا تھا اور کیا نہیں۔

❖ آیت 11

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اس جیسی کوئی چیز ہی نہیں تو پھر اللہ سبحانہ وتعالی کو مخلوق پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ کے لیے ایسی مثالیں نہیں بیان کرنی چاہیئے جو مخلوق کے لیے ہوتی ہیں کیونکہ اللہ تعالی مخلوق میں سے چاہے وہ انسان ہوں، جن ہوں، فرشتے ہوں، شجر حَجَر کوئی بھی چیز، ان میں سے کسی بھی چیز کی طرح نہیں ہیں تو اس لیے اللہ سبحانہ وتعالی کا کوئی امیج، اس طرح کا قائم نہ کریں کہ جو کسی انسان یا کسی خود ساختہ چیز سے ملتا ہو، جب بھی کوئی ذہن میں آئے تو فورا کہیں کہ اللہ تعالی ایسا نہیں ہے وہ اس سے بہت بلند ہے، بہت عظیم ہے، بہت بہترین ہے، وہ میرے تصور میں نہیں آسکتا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اس کا علم، اس کی طاقت، اس کی حیات، اس کی قدرت، اس کی عظمت، اس کی حکمت ہر چیز انسانوں سے اور دنیا میں پائی جانے والی ہر چیز سے بہت بالا ہے

❖ آیت 12

سارے خزانوں کا مالک وہ ہے اور جس کو یہ یقین ہو تو وہ مانگتے ہوئے تھکتا ہی نہیں۔ کیونکہ دنیا میں جب کسی انسان کے بارے میں آپ کو پتہ چلتا ہے کہ اس کے پاس بہت کچھ ہے تو آپ کو اس سے ایک امید وابستہ ہو جاتی ہے کہ یہ مشکل میں میری کوئی مدد کرے گا، لیکن اصل میں تو ہر خزانے کا مالک اللہ ہے، وہ خزانے بھی جو بندوں کے پاس ہیں، ان کا بھی اصل مالک اللہ ہے۔ بندے بھی تب دیتے ہیں جب اللہ کا اذن ہوتا ہے۔

✷ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تبارک وتعالی سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی فرماتا ہے اور اس کو حدیث قدسی کہا جاتا ہے:

کہ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جسے میں ہدایت دوں پس تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھلاؤں تو تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب برہنہ ہو سوائے اس کے جسے میں لباس پہناؤں تو تم مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں لباس پہناؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب دن رات گناہ کرتے ہو اور میں سارے گناہوں کو بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش مانگو میں تمہیں بخش دوں گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اولین اور آخرین، جن اور انس ایک ساتھ چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے مانگنے لگیں اور میں ہر ایک کو جو وہ مجھ سے مانگے عطا کر دوں تو پھر بھی میرے خزانوں میں کمی نہیں ہوگی مگر جتنی سمندر میں سوئی ڈال کر نکالنے سے پانی میں کمی آتی ہے۔

تو وہ کیا کمی ہوتی ہے nothing ہے ۔ سوئی کے ساتھ کیا لگتا ہے۔

تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے کہ چاہے مادی خزانے ہوں یا ہدایت کے ہوں یا اور ضروریات پوری کرنے کے لیے انسان جن چیزوں کا محتاج ہے، ہر چیز اللہ کے پاس ہے، اس لیے ہر چیز اسی سے مانگنی چاہیے۔ پہلا خیال اُسی کا آنا چاہیے۔ صحابہ کرام کا جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹتا تھا تو وہ اللہ سے مانگتے تھے۔ جب اللہ سے ہم مانگ لیتے ہیں تو وہ کسی بندے کے دل میں خیال ڈال دیتا ہے، کہ جاؤ اور اس بندے کی مدد کرو اور اس طرح ضروریات پوری ہو جاتی ہیں لیکن بندہ جو بندوں سے مانگتا ہے تو ذلیل وخوار ہوتا ہے، ان کی نگاہوں میں گر جاتا ہے اور جب اللہ سے مانگتا ہے تو عزت پاتا ہے اللہ کی محبت پاتا ہے۔

❖ آیت 13

یادرکھیے

دین کے جو عقائد ہیں ان میں تمام انبیاء میں اتحاد تھا۔بنیادی عقائد سارے انبیاء کے یہاں ایک ہی طرح کے تھے یعنی اصول برابر کے تھے اور ان کا آپس میں مضبوط رشتہ بھی تھا۔

✷ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام انبیاء علیہم السلام باپ شریک بھائی ہیں اور ان کی مائیں مختلف ہیں۔ان کا دین ایک ہی ہے اور ہمارے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے۔یعنی نبوت نبوت سے جڑی ہوئی ہے یعنی جس کو اللہ نے نبی بنایا بس وہی ہے۔

توشریعتیں مختلف ہیں لیکن اصل دین اور عقائد ایک ہی طرح کے ہیں۔اور یہی جو ایک دین ہے یعنی توحید کا دین،توحید کی دعوت

كَبُرَ عَلَى ٱلْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ یہ مشرکین پر بڑی بھاری گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو دعوت دیتے ہیں یعنی توحید سے مشرکین، ابلیس اور اس کے لشکروں اور اس کے followers سب کا دل تنگ پڑتا ہے۔یعنی جب ایک اللہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے جو غیر اللہ سے جڑے ہوئے ہوں تو وہ اس بات پر سخت offend ہوتے ہیں اور ناراض ہو جاتے ہیں اور غضب ناک ہو جاتے ہیں۔

❖ آیت 14

توتفرقہ بازی کی اصل وجہ دنیا ہی ہے کہ دنیا کی سرداری طلب کرنے کے لیے لوگ رسہ کشی کرتے ہیں،ایک دوسرے پر سرکشی کرتے ہیں اور پھر تفرقہ بازی کرتے ہوئے ظلم کرتے ہیں اور دنیا میں اپنا نام بنانا چاہتے ہیں۔

❖ آیت 15

تواہم بات یہ ہے کہ انسان ایمان لانے کے بعد اس پر قائم رہے،ڈٹ جائے اور مشکلات سے نہ گھبرائے۔

✷ سفیان ثقفی سے مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اسلام کے حوالے سے کوئی ایسی بات بتادیجیے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے؟

آپ نے فرمایا پہلے اقرار کرو کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہو۔اس نے عرض کیا کہ میں کس چیز سے بچوں؟ آپ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا کہ زبان کو روک کر رکھو۔

بہر حال ایمان لانے کے بعد اہم ترین چیز کیا ہے؟ کہ پھر اس کو maintain کیا جائے،اس پر قائم رہا جائے،مشکلات کی وجہ سے،لوگوں کی تنقید کی وجہ سے گھبرا کر انسان پیچھے نہ ہٹے،ویسے بھی استقامت،ثابت قدمی اور commitment نبھانا بہت اعلی اخلاق میں سے ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ثابت قدم رہو اور اپنا اخلاق اچھا کرو۔

یعنی یہ دو چیزیں انسان کو فائدہ دیتی ہیں۔نیکی کے کام کا ارادہ کیا پھر اس کو کر گزرو،یہ نہیں ہوتا کہ آپ نیکی کرنے چلیں اور آپ کے رستے میں کوئی مشکل نہ آئے، آزمائش تو ضرور ہو گی،کسی نہ کسی طرف سے امتحان ضرور آئے گا اور یہ امتحان کیوں آتا ہے؟

یہ اصل میں دیکھنے کے لیے آتا ہے اس بات کو کہ آپ کتنے سچے ہیں اپنے اس نیکی کے کام میں۔کیا آپ واقعی اللہ سبحانہ وتعالی کے لیے کر رہے ہیں یا پھر آپ دکھاوے کے لیے کر رہے ہیں یا لوگوں کی نظر میں آنے کے لیے کر رہے ہیں یا اپنی شان بڑھانے کے لئے ؟

کیونکہ جو شخص اللہ کے لیے کام کرتا ہے اس کی راہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوتی،وہ چلتا چلا جاتا ہے اور اس راستے پر مرتے دم تک قائم رہتا ہے،اور جو دنیا کے کسی مفاد کے لیے کام کرتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ مجھے وہ مفاد حاصل نہیں ہو رہا تو انسان پھر اس کام کو چھوڑ دیتا ہے۔

جیسے دنیا میں آپ کوئی بزنس کرتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتا تو آپ اسے چھوڑ کر کوئی اور شروع کر دیتے ہیں،تو ایسے ہی یہ کچھ لوگ دین کا نام اس لیے لیتے ہیں کہ وہ بظاہر یہ دکھاتے ہیں کہ وہ سب اللہ کے لیے کر رہے ہیں لیکن مطلوب کچھ اور ہوتا ہے اور جب وہ مطلب پورا نہیں ہوتا تو اس کام کو ہی چھوڑ دیتے ہیں۔

❖ آیت 17

یعنی یہاں پر کتاب،میزان اور قیامت،ان تین چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے کیونکہ قیامت بدلے کا دن ہے،حساب کا دن ہے تو اس سے پہلے انسان کو میزان یعنی انصاف سے کام لینا چاہیے اور اس کے لیے انسان کو کتاب کا سہارا لینا چاہیے،اس کتاب کو پڑھنا چاہیے تاکہ وہ اس کو سیدھے رستے پر قائم رکھے۔

تو مراد اس سے یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ نے اس لیے بھیجا،کتاب،میزان اور یہ آخرت کا concept تاکہ انسان کے اعمال درست ہوں اور اس کا محاسبہ بھی کیا جائے۔

❖ آیت 18

مومن کا جو موت سے ڈر ہوتا ہے وہ مختلف ہوتا ہے،وہ کس بات سے ڈرتا ہے؟ کہ ابھی میں نے کچھ کیا نہیں ہے،پتہ نہیں میرے ساتھ کیا ہوگا۔

کیونکہ تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والا انسان قیامت کو ماننے میں کوئی دیر نہیں لگاتا۔بالکل logical سی بات ہے کہ اس دنیا میں انسان کے اعمال کا بدلہ مل ہی نہیں سکتا چاہے اچھے کرے یا برے کرے۔

مثلاً: ایک شخص ایک کتاب لکھتا ہے اور وہ اس کتاب کو بیس ہزار ڈالر میں سیل کر دیتا ہے لیکن اس سے جو لوگ پڑھ کر فائدہ اٹھاتے ہیں وہ ان میں سے ہر ایک مثلاً بیس ہزار کما لیتا ہے،کتاب جس نے لکھی ہے اُس کو تو ملے صرف بیس ہزار اور آگے اتنے بے شمار لوگ 20،000 کما رہے ہیں تو اس کو پورا حق نہیں ملا تو یہ حق کہاں سے مل سکتا ہے؟ آخرت میں ہی مل سکتا ہے۔

اسی طرح ایک شخص بیس لوگوں کا قاتل ہے تو اس کا بدلہ دنیا میں تو نہیں مل سکتا تو کوئی جگہ ہونی چاہیے جہاں انسان کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا پورا بدلہ ملے۔پورا پورا تو اس لیے جو لوگ اس چیز کو نہیں مانتے تو پھر ان کو کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی اور وہ گمراہی میں بہت دور نکل جاتے ہیں لیکن جو مانتے ہیں پھر وہ ڈرتے ہیں اور وہ اپنے نیک اعمال کی طرف دوڑتے ہیں- جیسے سورۃ الدہر میں آتا ہے:

يُوفُونَ بِٱلنَّذۡرِ وَيَخَافُونَ يَوۡمٗا كَانَ شَرُّهُۥ مُسۡتَطِيرٗا

جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے

وَيُطۡعِمُونَ ٱلطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِۦ مِسۡكِينٗا وَيَتِيمٗا وَأَسِيرًا

اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو اور کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کے چہرے کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتے اور نہ شکریہ۔ یقیناً ہم اپنے رب سے اس دن سے ڈرتے ہیں جو بہت منہ بنانے والا سخت تیوری چڑھانے والا دن ہے، یعنی بہت سخت دن ہے۔

توجو مومن ہوتا ہے وہ آخرت کے قائم ہونے سے اور حساب کتاب سے ڈرتا ہے اور جو آج ڈرتا ہے کل اس کو امن ملے گا۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: میری عزت کی قسم مجھے! میں اپنے بندے پر دو امن اور دو خوف جمع نہیں کرتا، اگر میرا بندہ دنیا میں مجھ سے امن میں رہا تو اس دن خوف میں مبتلا کروں گا جس دن اپنے بندوں کو جمع کروں گا اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے ڈر گیا تو لوگوں کے جمع ہونے کے دن میں اسے امن عطا کروں گا۔

یعنی ہم سب کے اندر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ امید کے ساتھ ساتھ خوف بھی ہو اور ہم سب کو قیامت کے دن کی رسوائی سے بچنے کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ

اللہ مجھے قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔

دنیا میں بھی انسان کو اپنی رسوائی کا بہت ڈر ہوتا ہے لیکن دنیا میں انسان کے جاننے والے چند محدود ہی ہوتے ہیں، کوئی رسوائی اور بے عزتی ہوئی بھی تو چند لوگوں میں ہوگی۔ لیکن اس دن کی رسوائی تو پورے انسانوں کے سامنے ہوگی اسی طرح قیامت کے دن کی تنگی سے بھی بچنے کی دعا کرنی چاہئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِیْقِ الدُّنْیَا وَضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں دنیا کی تنگی سے اور قیامت کے دن کی تنگی سے۔

جن لوگوں کو جیسے تنگ جگہوں پر جانے کا ایک فوبیا سا ہوتا ہے ان کو بھی یہ دعا پڑھنی چاہیے تاکہ ان کی گھبراہٹ دور ہو۔

❖ آیت 19

اللہ اللطیف ہے اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے لیکن مہربانیوں کے انداز کیا ہیں؟

اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی وہ ذات ہے جو تھوڑے عمل کو قبول کرکے بہت بڑی جزا دیتا ہے۔

اسی طرح وہ جو ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑتا ہے اور مشکلوں کو آسان کرتا ہے۔

وہ جو اپنی نافرمانی کرنے والے کو جلد سزا نہیں دیتا اور امید رکھنے والے کو نامراد نہیں لوٹاتا۔

وہ ہستی جو اپنے ماننے والے کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتی۔

امید رکھنے والے کو مایوس نہیں کرتا۔

وہ جو غلطیوں کو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنا پسند کرتا ہے۔

اللطیف وہ ہستی ہے جو اس پر بھی رحم کرتا ہے جو خود اپنے آپ پر رحم نہیں کرتا جو اپنا بھلا نہیں سمجھتا اور پھر وَهُوَ ٱلْقَوِيُّ ٱلْعَزِيزُ اور وہ قوت والا ہے، غلبے والا ہے یعنی اللہ سبحانہ وتعالی قوی اور عزیز ہونے کے باوجود اللطیف بھی ہے یعنی جس کے اندر عموماً قوت ہوتی ہے یا غلبہ ہوتا ہے وہ زیادہ مہربان نہیں ہوتا۔ اس کے اندر سختی آجاتی ہے کیونکہ وہ اپنی authority کو execute کرنا چاہتا ہے، لیکن اللہ سبحانہ وتعالی بندوں پر انتہائی مہربان ہیں اور ہر چیز پر قوت رکھتا ہے۔

❖ آیت 20

تو آخرت کی کھیتی سے کیا مراد ہے؟ جو آخرت کا بدلہ اور صلہ ہے۔

اپنے سارے نیک اعمال کا بدلہ اور جزا جو دنیا میں ہی مانگتا ہے تو اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہو گا۔

❖ آیت 22

کتنی بڑی خوشخبری ہے۔

❖ آیت 23

تو ہمیں فکر ہونی چاہیے نیک اعمال کرنے کی اور جو نیک عمل پتہ چلتا جائے اس پر عمل کرتے چلے جائیں۔

یہاں پر جو یہ بات کی گئی ہے کہ میں تم سے اس کام پر کوئی اجر نہیں مانگتا بلکہ قرابت کی محبت ضرور چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے ہر قبیلے کے ساتھ کوئی نہ کوئی رشتہ داری تھی، تو ان کے ہاں صلہ رحمی کا concept بہت تھا، وہ اپنے کنبے اور قبیلے والوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھا رہے ہیں کہ اگر تم ویسے مجھ سے اتفاق نہیں کرتے تو کم از کم اپنے رشتے داری کا ہی لحاظ رکھو اور مجھے تکلیف نہ دو، پریشان نہ کرو۔

❖ آیت 25

یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ایک اور خوبصورت صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے بندوں پر نرمی اور مہربانی کرنے والا ہے ان کی غلطیوں کو معاف کر دیتا ہے -

وَٱللَّهُ يَعِدُكُم مَّغۡفِرَةً مِّنۡهُ وَفَضۡلًاۗ --- اور اللہ اپنی طرف سے بڑی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔

وَٱللَّهُ وَٰسِعٌ عَلِيمٌ --- اور اللہ وسعت والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اللہ اپنے بندوں کی توبہ سے خوش ہوتا ہے اور بار بار گناہوں کے باوجود اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے اور پھر یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ برائیوں سے درگزر کر کے ان کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے، اتنا مہربان اور کون ہو گا اور اس سلسلے میں ایک بڑی خوبصورت روایت ملتی ہے۔

✷ ابو طُوَیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ایسے آدمی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے سارے گناہوں کا ارتکاب کیا ہو، کوئی گناہ چھوڑا ہی نہ ہو اور اس سلسلے میں اس نے اپنی چھوٹی بڑی ہر خواہش پوری کر لی ہو، کیا اس کے لئے بھی کوئی توبہ ہے؟ آپ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے کہا اشھد اللہ الہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: تم عمل صالح کرتے رہو اور برائیوں کو چھوڑ دو، اللہ تمہارے سارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا۔

یعنی اسلام سے پہلے تم نے جو گناہ کیے تھے وہ بھی نیکیاں بن جائیں گے، اس نے کہا میرے سارے دھوکے اور بدکاریاں بھی؟ (پشیمان تھا، یہی ندامت ہوتی ہے - اور اس بات کو accept کرنا کہ میں غلط کر رہا تھا) آپ نے فرمایا ہاں، پھر اس شخص نے اللہ اکبر کہا اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا مسلسل تکبیر پڑھتا رہا کہ اللہ بہت بڑا ہے۔

توبات یہ ہے کہ اللہ یہ دیکھتا ہے کہ آپ کی توبہ سچی کتنی ہے اور آپ اپنے گناہوں پر شرمندہ کتنے ہیں، کیونکہ دو طرح کی توبہ ہوتی ہے۔ ایک سچے لوگوں کی ہوتی ہے اور ایک جھوٹے لوگوں کی۔

سچی توبہ یہ ہوتی ہے کہ انسان پھر ان گناہوں سے نفرت کرتا ہے، ان کی طرف پلٹ کر نہیں جاتا، جانا بھی نہیں چاہتا اور کہتا ہے کہ میں نے غلط کیا، ان گناہوں پر اس کو ندامت ہوتی ہے، وہ روتا ہے۔

اور جھوٹی توبہ کیا ہے کہ جب کوئی کہے کہ توبہ کرلو تو انسان صرف زبان ہلا دے اور کہے کہ توبہ میری توبہ، اور اگلے ہی پل پھر کوئی غلط بات کر دے، اِدھر سے توبہ کرے اور اُدھر سے جھوٹ بولے، اِدھر سے توبہ کرے اور اُدھر سے غیبت کر دے، یہ جھوٹے لوگوں کی توبہ ہوتی ہے۔

اس لیے کبھی دھوکہ نہ کھائیں کہ جھوٹی توبہ سے بھی یہی ملے گا جو اس شخص کو سچی توبہ سے خوشخبری ملی۔

❖ آیت 26

دعاؤں کی قبولیت کے لیے نیک عمل ضروری ہے۔

اسی لیے آپ دیکھیں کہ جتنے بھی نیک کام ہیں جیسے فرائض کی ادائیگی ہے۔

مثلاً فرض نماز ہے اس کے بعد دعا کریں، دس بار سبحان اللہ کہیں اور دس بار الحمدللہ اور دس بار اللہ اکبر کہہ کر جو دعا مانگیں وہ قبول ہوتی ہیں تو آپ نے نماز کا فرض بھی ادا کیا اور ساتھ تسبیح بھی پڑھی تو آپ کی دعا قبول ہوئی۔ قرآن مجید پڑھنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے، صدقہ خیرات کرنے کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔

تو یہاں بھی آپ دیکھیں کہ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو اللہ ان کی دعا قبول کرتا ہے۔

تو اس میں وہ واقعہ بھی یاد کریں جو بنی اسرائیل کے تین لوگ تھے اور ایک غار میں پھنس گئے تھے تو انہوں نے پھر کیا کیا تھا نکلنے کے لیے؟ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ وہ چٹان ہٹا دیں۔ وہ ان کے beyond طاقت تھی تو ان میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا نیک عمل یاد کرکے اس کا واسطہ دیا، وسیلہ بنایا اس کو کہ یا اللہ! اگر یہ عمل آپ کو پسند تھا تو اس کے صلے میں ہمیں یہاں سے نجات دے دیں اور وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ باہر نکل آئے تھے۔

اس لیے یہ اصول یاد رکھنے کا ہے، جب کبھی کوئی دعا، کوئی بات پوری نہ ہو تو کثرت سے استغفار کریں، درود شریف پڑھیں، دعائیں کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ ضرور سننے والا ہے، بس مایوس نہ ہوں اور قبولیت یا تو فوراً ہو جاتی ہے یا آخرت کے لیے رکھ دی جاتی ہے یا اس سے بہتر کوئی چیز دے دی جاتی ہے، ہم مانگ کچھ رہے ہوتے ہیں اور ہمیں کچھ اور مل جاتا ہے جو ہمیں اس سے بھی زیادہ بہتر کام آنے والا ہوتا ہے۔

اور پھر یہاں یہ بھی خوش خبری دے دی گئی کہ وہ اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دیتا ہے، یعنی اللہ اپنے بندے کو صرف اتنا نہیں دیتا جتنی وہ دعا مانگ رہا ہوتا ہے بلکہ وہ تو اس سے بھی زیادہ دے دیتا ہے۔

آپ دیکھیے ہمارے پاس آج تک جو کچھ ہے یا جو کچھ ہم استعمال کر چکے یہ سب کچھ ہم نے مانگا تھا؟ زیادہ تر تو وہ ہے جو بن مانگے ملا ہے تو اللہ تو بن مانگے بھی دیتا ہے اور یہ اس کا فضل ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایک limit تک ہی سب کو دیتا ہے۔ کیوں؟ اس کی وجہ آگے بتا دی گئی ہے۔

❖ آیت 27

اگر اللہ تعالی سب کو وافر رزق عطا کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرتے یعنی بعض اوقات ہم بہت بڑا کچھ مانگ رہے ہوتے ہیں جو اللہ تعالی ہمیں نہیں دیتا کیونکہ وہ ہم سنبھال نہیں سکتے یا اس کو پا کر ہماری آخرت خراب ہو سکتی ہے، تو اللہ فضل فرماتا ہے اس لیے ہم سے روک دیتا ہے۔

رزق تنگ ہو یا کشادہ یہ اللہ کی حکمت پر مبنی ہوتا ہے یعنی اللہ بندے کی حالت کو جانتا ہے کہ اگر اس پر رزق میں نے فراخ کر دیا تو یہ کس خرابی میں مبتلا ہو جائے گا اور اسی طرح بعض اوقات بندے کی اصلاح کے لیے، اس کو ڈسپلن کرنے کے لیے اس سے دنیا کو لپیٹ دیتا ہے۔

تو رزق کی تنگی نہ ذلت کا سبب ہے اور نہ رزق کی فراخی فضیلت کا سبب ہے۔

فضیلت کا سبب تو تقوی ہے کہ کون اللہ سے کتنا ڈرتا ہے - کون گناہوں سے کتنا بچتا ہے۔

❖ آیت 30 یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ تمہیں جو مصیبت آتی ہے تمہاری اپنی غلطیوں کی وجہ سے آتی ہے۔

❖ آیت 33 تو خوف میں صبر اور نجات میں شکر ادا کرنا ہے۔

❖ آیت 34 یعنی ان کے گناہوں کے باوجود ان کی کشتیوں کو ڈبوتا نہیں ہیں۔

❖ آیت 36 یعنی تم نے کچھ دعائیں مانگیں وہ آخرت کے لیے جمع ہو گئیں، وہ زیادہ بہترین صلے کے طور پر ملیں گی۔

❖ آیت 37 غصہ آئے تو معاف کر دیتے ہیں۔

تو گناہ کیا ہوتا ہے؟ یہاں گناہ اور فواحش اور غضب کی بات کی گئی ہے اور بڑے گناہ۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم لوگوں کا اس پر مطّلع ہونا پسند نہ کرو۔

یعنی جو چیز تم لوگوں سے چھپانے لگ جاؤ۔ اور پھر بڑے گناہوں کی یہاں بات کی گئی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے گناہ بھی اکٹھے ہو جائیں تو انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں- انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم ایسے عمل کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے زیادہ باریک ہیں، تم ان کو حقیر سمجھتے ہو اور ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان گناہوں کو ہلاک کر دینے والا سمجھتے تھے۔

تو اس لیے انسان کو ہر گناہ سے بچنے کی دعا کرنی چاہیے خصوصاً فواحش سے اور یہ دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ أَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِنَا، وَأَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِنَا، وَاهْدِنَا سُبُلَ السَّلَامِ، وَنَجِّنَا مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ، وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَبَارِكْ لَنَا فِيْ أَسْمَاعِنَا وَأَبْصَارِنَا وَقُلُوْبِنَا وَأَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ، وَاجْعَلْنَا شَاكِرِيْنَ لِنِعْمَتِكَ مُثْنِيْنَ بِهَا قَابِلِيْهَا وَأَتِمَّهَا عَلَيْنَا

اور پھر غصے کے وقت معاف کر دینا بہت بڑی خوبی ہے، یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو ہر چھوٹی بڑی بات پر غصہ کرنا ہی نہیں چاہیے، کیونکہ ایسا کرنا اپنے آپ کو نقصان دینا ہے اور جو شخص غصہ نہ کرے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب سے بچ جاتا ہے۔

✷ ایک شخص نے پوچھا: کہ اللہ کے رسول! مجھے اللہ کے غضب سے کونسی چیز بچا سکتی ہے کہ اللہ مجھ پر ناراض نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ تم غصہ نہ کرو۔ تم دوسروں پر غصہ نہ کرو تو اللہ تعالی تم پر غصہ نہیں کریں گے۔

اور یاد رکھیے

غصہ سارے شر جمع کر دیتا ہے۔

✷ ایک شخص نے عرض کیا اللہ کے رسول! مجھے کوئی نصیحت کیجئے، آپ نے فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے آپ کے فرمان پر غور کیا تو جان لیا کہ غصہ ہر قسم کے شر کو جمع کرتا ہے۔

یعنی جب غصہ آتا ہے تو بد گمانی بھی ہوتی ہے، انسان دوسروں کو برا بھلا بھی کہتا ہے، ناراض ہوتا ہے، لڑائی ڈال دیتا ہے، جھگڑے، فساد اور بعض اوقات قتل و غارت تک بھی نوبت، غصے کی وجہ، سے پہنچتی ہے۔

❖ آیت 38

تو یہاں پر مشورے کی اہمیت پتہ چلتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی اہل ایمان کی صفات میں سے ایک صفت یہ بتاتے ہیں کہ وہ باہم مشورہ کرتے ہیں۔ مشورہ انسان کو بہتری کی طرف لے جاتا ہے۔

✧ حسن کہتے ہیں اللہ کی قسم! جب کسی قوم نے مشورے کا طریقہ اختیار کیا تو جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس میں سے سب سے بہتر چیز کی طرف ان کی رہنمائی کی گئی اور پھر انہوں نے اسی آیت کی تلاوت کی، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اپنے صحابہ سے، اپنے قریبی ساتھیوں سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

✧ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مسلمان جب مدینہ آئے تو نماز کے لیے، نماز کے وقت کا اندازہ کر کے جمع ہوتے تھے یعنی سورج کے ڈھلنے وغیرہ کو دیکھ کر، اس وقت نماز کے لیے اعلان نہیں ہوتا تھا۔ تو ایک دن مسلمانوں نے اس بارے میں گفتگو کی کہ کچھ سوچنا چاہیے کہ اعلان ہو نماز کا، بعض نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح ناقوس بنالو، بعض نے کہا یہودیوں کی طرح بگل بنالو۔ اور ایک نرسنگا رکھ لیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایک ایسا آدمی کیوں مقرر نہیں کر لیتے جو نماز کی اطلاع دے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! اٹھو اور نماز کے لیے پکارو۔

حالانکہ یہ ایک عبادت ہے لیکن اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور اس میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ مشورے میں شریک ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو اہم سمجھتے ہیں کہ ہمیں importance دی گئی ہے اور یہ چیز ٹیم کو مضبوط کرتی ہے۔ اسی طرح جتنے لوگ مشورہ دینے میں شامل ہوتے ہیں ان کے اندر ایک مضبوط احساس ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے کہ ہمیں اس کام کو ملکر نبھانا بھی ہے۔ لوگوں کے اندر ایک motivation کا لیول آ جاتا

ہے، اور گروپ کے اندر جو تجربہ کار لوگ ہوتے ہیں ان کے مشورے سے کوئی بہتر فیصلہ ہوتا ہے اور پھر یہ ہے کہ باہمی موافقت بھی بڑھتی ہے اور ایک دوسرے سے understanding بڑھتی ہے، ایک دوسرے کا نکتہ نظر پتہ چلتا ہے اور سب کا مشورہ لینے کے بعد جو فیصلہ کیا جاتا ہے وہ زیادہ بہتر فیصلہ ہوتا ہے۔

❖ آیت 41

ظالموں سے درگزر کرنا انتقام لینے سے افضل ہے کیونکہ معاف کرنا اللہ تعالی کی محبوب صفت ہے۔

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عُفُوٌّ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

اللہ تو معاف کرنے والا ہے معافی کو پسند کرتا ہے تو مجھے معاف کر دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے لیکن اگر کوئی اللہ کی حد ٹوٹتی تھی تو وہاں پر آپ انتقام لیتے تھے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز personal آپ کو نقصان دے رہی ہے تو اسے آپ معاف کر سکتے ہیں لیکن اگر کوئی اجتماعیت کو نقصان دے رہی ہے تو اس میں آپ ڈسپلن بھی کر سکتے ہیں۔ معاف کرنے سے بڑا فائدہ کیا ہوتا ہے؟ کہ اللہ تعالی معاف کر دیتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر فرمایا: رحم کرو تم پر رحم کیا جائے گا، تم معاف کر دو اللہ تمہیں معاف کر دے گا۔

❖ آیت 42

یعنی ظالم جو ہے وہ عذاب کا مستحق بن جاتا ہے اگرچہ دنیا میں لوگ اس کو معاف کر دیں اور بدلہ نہ بھی لیں لیکن قیامت کے دن اس کی پکڑ ہو گی۔

❖ آیت 43

یعنی صبر کرو اور زیادتی کرنے والوں سے درگزر کرنا بہت بڑے حوصلے کی بات ہے، بڑے لوگوں کا کام ہے۔ یہ چھوٹے دل والوں اور چھوٹوں کا کام نہیں ہے۔

❖ آیت 45

تو اصل نقصان کیا ہے؟ کہ انسان خود کو بھی اور اپنے اہل و عیال کو بھی قیامت کے دن خسارے میں مبتلا کر دے۔

اور وہ اس طرح کے اگر دونوں جہنم میں ساتھ ہوں گے تو ایک دوسرے کی مدد نہیں کریں گے، اگر ایک جنت میں چلا گیا اور دوسرا جہنم میں تو بھی ایک دوسرے کے کام نہیں آئیں گے۔

❖ آیت 47 یعنی انسان کو عمل اس وقت سے پہلے کر لینا چاہیے آج عمل کا وقت ہے۔ کل جزا کا وقت ہے۔

❖ آیت 48 ہر شخص اپنے اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے۔

❖ آیت 49 بیٹیوں کا ذکر یہاں پہلے کیا گیا ہے۔ بیٹیوں کی تربیت کرنا اور ان سے اچھا سلوک کرنا بہت بڑے نیک اعمال میں سے ہے۔

❖ آیت 50

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالی نے مختلف طرح کے انسان پیدا کیے ہیں، آدم علیہ السلام جن کے ماں اور باپ دونوں نہیں تھے، حوا علیہ السلام جن کی ماں نہیں تھیں وہ

حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئی تھیں، پھر سارے انسان جن کے ماں باپ ہوتے ہیں، پھر عیسیٰ علیہ السلام جن کے باپ نہیں تھے اور ماں تھیں۔ تو یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں وہ جیسے چاہے پیدا کر سکتا ہے کیونکہ وہی خلاقِ عظیم ہے۔

❖ آیت 52

یادرکھیے کہ یہ روح کیا ہے؟

وحی ہے، قرآن ہے اور قرآن دلوں کا موسم بہار ہے۔ جس طرح بارش برستی ہے اور زمین پھبک اٹھتی ہے، اسی طرح دل پر وحی کی بارش ہوتی ہے تو دل کھل اٹھتا ہے اور ویسے بھی تلاوت کا اہتمام جو ہے وہ انسان کے لیے آسمان میں باعثِ رحمت اور زمین میں باعثِ تذکرہ ہے۔

سورۃ الزخرف

❖ آیت 3

یعنی عربی زبان میں ہی یہ قوت تھی کہ وہ اس کے مفہوم کو ادا کر سکے، کوئی اور زبان اس قابل نہ تھی۔

❖ آیت 11

یعنی قیامت آئے گی تو زمین سے اسی طرح تم بھی پیدا ہو جاؤ گے۔

❖ آیت 14

تو سواری پر بیٹھ کر یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُۥ مُقۡرِنِينَ ۝ وَإِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سواری پر بیٹھتے تھے تو بسم اللہ پڑھتے پھر الحمد للہ کہتے پھر سبحان الذی سخر لنا پڑھتے، پھر

سُبْحَانَكَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلاَّ اَنْتَ

اور پھر یہ ہے کہ انسان جس بھی وجہ سے سفر کے لیے نکلے، اس سفر میں اپنے رب کو یاد کرتا رہے یہ نہیں کہ صرف سواری پر بیٹھتے ہوئے سواری کے دوران بھی بلکہ آپ اپنے بہت سے اذکار بھی جو دن کی بہت سی تسبیحات آپ نے باندھی ہوئی ہوں، وہ سفر میں روزانہ آتے جاتے ان کو مکمل کر سکتے ہیں۔

❖ آیت 19

جیسے پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ اہل عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ سبحانہ وتعالی نے جنوں کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کیا اور پھر ان سے بیٹیاں پیدا ہوئیں نعوذ باللہ فرشتوں کی شکل میں۔

❖ آیت 23

ہر قوم نے یہی بات دہرائی، ان کے پاس اس کے سوا کوئی دلیل نہیں تھی اپنی غلط کاریوں کی۔

آیت32

تو اس سے کیا پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی نے تمام لوگوں کو ایک طرح پیدا نہیں کیا بلکہ ان میں فرق رکھا ہے۔

تو اس سے ایک بات تو یہ پتہ چلتی ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں ہی دین اور دنیا کی دولت ہے۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ نے تمہارے درمیان تمہارے اخلاق کو ایسے ہی تقسیم کیا ہے جس طرح تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم کیا ہے۔ اور بیشک اللہ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے وہ محبت نہیں کرتا لیکن ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے اور جس کے لیے اللہ چاہتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔

اور یہاں بعض کو بعض کا خدمت گار بنا دیا تو یہ بھی اللہ تعالی کی حکمت اور مصلحت سے ہے یعنی ہر کوئی ایک دوسرے کے کام آئے۔

اگر ایک ہی شخص کو ساری capabilities مل جاتیں تو پھر وہ سرکش ہو جاتا، وہ الہ ہونے کو declare کر دیتا لیکن اللہ تعالی نے انسانوں کے اندر جو کمزوریاں رکھیں، اور خادموں کو جو انسان کا ماتحت کر دیا یہ سب انسان کے لیے نشانیاں ہیں۔

❖ آیت33

بعض اور بعض میں فرق کیوں؟ کیونکہ variety میں خوبصورتی ہوتی ہے، صرف ایک ہی چیز سے انسان تھک جاتا ہے تو سونا اور چاندی اس لیے دونوں کا ذکر آتا ہے۔

❖ آیت35

یعنی دنیا میں اگر کسی کو زیادہ بھی مل گیا اور دوسروں کو اس کے مقابلے میں کم ملا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ سب کچھ تو چلا جانے والا ہے اصل میں چیز وہ بہتر ہے جو باقی رہنے والی ہے۔

❖ آیت36

تو جو اللہ کی یاد سے منہ پھیرتا ہے، اللہ کو یاد نہیں کرتا تو پھر اللہ سبحانہ و تعالی شیطان کو اس کے پیچھے لگا دیتے ہیں۔

◇ ابن القیم کہتے ہیں

کہ جب انسان صبح اور شام کرے اور اس کی پریشانی صرف ایک اللہ کی ذات ہو تو اللہ تعالی اس کی ساری ضرورتوں کو اپنے ذمے لے لیتا ہے اور ہر وہ چیز جو اسے پریشان کرے اسے بھی اپنے ذمے لے لیتا ہے اور اس کے دل کو اپنی محبت کے لیے، اس کی زبان کو اپنے ذکر کے لیے اور اس کے اعضاء کو اپنی اطاعت کے لیے فارغ کر دیتا ہے اور اگر وہ صبح شام اس حال میں کرتا ہے کہ دنیا ہی بس اس کی پریشانی ہے تو اللہ تعالی اس کی پریشانی، غم اور تکلیفوں کو اس پر لاد دیتا ہے اور اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے، اس کے دل کو اپنی محبت سے مخلوق کی محبت کی طرف پھیر دیتا ہے اور اس کی زبان کو اپنے ذکر سے ہٹا کر لوگوں کے ذکر کی طرف لگا دیتا ہے، اس کے اعضاء کو اپنی اطاعت سے ہٹا کر لوگوں کی خدمت میں لگا دیتا ہے، تو وہ اس طرح مشقت اٹھاتا ہے جس طرح جنگلی جانور دوسروں کی خدمت میں مشقت اٹھاتے ہیں، تو وہ اس بھٹی کی طرح ہو جاتا ہے جس کے پیٹ میں ہوا بھر دی جاتی ہے، پھر اس کی پسلیوں سے اس ہوا کو دوسروں کے فائدے کے لیے نچوڑ

دیا جاتا ہے۔یعنی ہر حال میں اس کو مشقت ہی مشقت ہوتی ہے۔تو جو شخص اللہ کی عبودیت، اس کی اطاعت، اس کی محبت، اس کی خدمت سے روگردانی کرتا ہے تو وہ مخلوق کی عبودیت اور خدمت میں لگ جاتا ہے۔

وَمَن يَعْشُ عَن ذِكْرِ ٱلرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُۥ شَيْطَٰنًا فَهُوَ لَهُۥ قَرِينٌ

❖ آیت37

جب دنیا کی کثرت انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟

کہ انسان دنیا میں پھنس جاتا ہے اور فرشتے وغیرہ ان سے دور ہو جاتے ہیں اور شیطان ان کے ساتھ لگ جاتے ہیں-

یہ یاد رکھیے

کہ جو اللہ کی یاد سے صبح کا آغاز کرتا ہے اللہ اس کی سب سے اہم ترین چیز ہوتی ہے تو فرشتے بھی اس کے مددگار ہو جاتے ہیں، اس کے لیے اللہ کی مدد آتی ہے، اس کے کام آسان ہو جاتے ہیں اور اس کے بر عکس جو دنیا ہی دنیا کی طرف جانے والا ہوتا ہے، غافل ہوتا ہے تو وہ برائیوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اللہ سبحانہ وتعالی کے ذکر سے غافل ہو کر فرشتے اس کا پیچھا کرتے ہیں، قرآن مجید میں آتا ہے:

فَاذْكُرُوْنِى اَذْكُرْكُمْ---تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا-

✷ حدیث میں آتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں اس وقت تک جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اور میری یاد میں اپنے ہونٹ ہلاتا ہے اور جب لوگ مل کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے پاس والوں میں ان کا ذکر فرماتا ہے اور شیطان کے حملے سے بچاؤ کا ذریعہ ذکر ہی ہے۔

یعنی غفلت شیطان کو مسلط کر دیتی ہے اور ذکر کرنا شیطان کو دور کر دیتا ہے یا آنے نہیں دیتا آپ کی طرف-

❖ آیت38

I wish I didnt meet you, I didnt see you!!

تو بہت ہی برا ساتھی نکلا، کیونکہ بعض اوقات انسان دنیا میں بھی کچھ لوگوں سے ملنے کے بعد بہت پچھتاتا ہے کہ میں تو سیدھے رستے پر جا رہا تھا اور فلاں کی دوستی نے مجھے اس راستے سے بھٹکا دیا-اس لیے انسان کو ہمیشہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا زیادہ تر وقت اٹھنے بیٹھنے میں کس کے ساتھ گزرتا ہے۔

❖ آیت60

یعنی آدھی اولاد انسان ہوتی اور آدھے فرشتے ہوتے اور پھر وہ زمین میں تمہارے جانشین ہوتے۔

❖ آیت64

یہ عیسی علیہ السلام کا پیغام ہے۔

❖ آیت 67

دوست وہ ہوتا ہے جو ہمیشہ ساتھ دیتا ہے۔ اگر کوئی مشکل وقت میں آپ کا ساتھ نہیں دیتا تو وہ دوست نہیں ہو سکتا لیکن متقین کے علاوہ انسان جس کو بھی دوست بناتا ہے تو وہ دوستی صرف دنیا کی حد تک ہوتی ہے- صرف اللہ کے لیے کی گئی دوستی ہمیشہ باقی رہے گی، ہمیشہ ہمیشہ، وہ جنت میں بھی خوشی دے گی، وہاں بھی دوست ایک دوسرے سے مل کر انجوائے کریں گے۔ تو اللہ کی خاطر دوستی ایمان کا مضبوط کڑا ہے۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کا سب سے مضبوط کڑا اللہ کی خاطر محبت اور اللہ کی خاطر بغض ہے۔

یہ کیوں اتنا مضبوط ہے؟

کیونکہ اچھے دوستوں کی کمپنی میں انسان کا ایمان بڑھتا ہے، تقوی بڑھتا ہے، انسان آگے بڑھتا ہے نیکی کے راستوں میں، ایمان مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔

جیسے ایک صحابی نے دوسرے سے کہا تھا کہ آؤ ایک گھڑی مل کر ایمان لے آتے ہیں۔ تو ان کا یہی مطلب تھا کہ آؤ مل بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرتے ہیں تاکہ ہمارا ایمان بڑھ جائے- جیسے موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو مانگا تھا۔۔۔ كَيۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيۡرًا وَّنَذۡكُرَكَ كَثِيۡرًا-

تو ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ کر اللہ کی باتیں کرنا اور اللہ کو یاد کرنا ایمان کو بڑھاتا ہے تو اس لیے اچھے دوستوں اور اچھی مجلسوں کا اہتمام ہمیشہ جاری رہنا چاہیے۔

✷ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے لیکن ان لوگوں سے مل نہیں سکا۔ (جیسے ہم لوگ صحابہ سے محبت کرتے ہیں لیکن ہماری ملاقات نہیں ہوئی ہے) آپ نے فرمایا کہ انسان اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

✷ قیامت کے دن ایسے لوگ عرش کا سایہ پانے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: **اَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ**- میرے جلال کی خاطر آپس میں محبت کرنے والے آج کہاں ہیں؟ آج کے دن میں ان کو اپنے سایے میں رکھوں گا جس دن میرے سایے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا، وہ قیامت کے دن نور کے ممبروں پر ہونگے۔

✧ ابو مسلم خولانی کہتے ہیں کہ میں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں تو انہوں نے مجھے اپنی طرف کھینچا اور کہا کہ تم نے کیا کہا؟ میں نے کہا کہ میں اللہ کے خاطر آپ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی خاطر محبت کرنے والے قیامت کے دن نور کے منبروں پر رونق افروز ہونگے، عرش کے سایے کے نیچے ہونگے جس دن اس سایے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

کہتے ہیں میں وہاں سے نکل کر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث بیان کی- تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے رب عزوجل سے روایت کرتے ہوئے سنا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کے لیے طے شدہ ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری محبت ان لوگوں کے لیے طے شدہ ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں میری محبت ان لوگوں کے لیے طے شدہ ہے جو میری

وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اللہ کی خاطر محبت کرنے والے نور کے منبروں پر ہونگے عرش کے سایے تلے ہوں گے جس دن اس سایے کے سوا اور کوئی سایا نہیں ہو گا۔

لہذا ہمیں اپنے دل کو صاف کرنا چاہیے، اپنی عبادات کو خالص کرنا چاہیے اللہ کے لیے، اپنے عقائد کو اور اسی طرح اپنی محبتوں کو بھی اللہ کے لیے خالص کر لینا چاہیے۔ دنیا کے نفع اور لالچ کے لیے کسی سے محبت نہ کریں۔ محبت کریں تو اللہ کی خاطر، اللہ کی رضا کے لئے۔

اور وہ کونسی محبت ہوتی ہے؟ کہ جس میں انسان اللہ کے لیے محبت کرتا ہے اللہ کی خاطر ہو تو اس انسان سے مل کر ایمان بڑھتا ہے۔ اگر آپ صرف ایک سلوگن بنا لیں کہ میں فلاں سے اللہ کے لیے محبت کرتی ہوں اور اس کے ساتھ بیٹھ کر جو دنیا بھر کی غیبت اور چغلی کریں، تو یہ دھوکا دینا ہے، جھوٹ بولنا ہے۔ یہ اللہ کے لیے محبت نہیں ہوتی، کیونکہ جو لوگ اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں وہ صرف چاپلوسیاں نہیں کرتے، صرف ایک دوسرے کی تعریف نہیں کرتے بلکہ وہ دوسرے کی غلطی بھی بتاتے ہیں اور ایک دوسرے کو پکڑ کے بھی رکھتے ہیں۔ تو اللہ کی محبت کی پہچان بھی ہونی چاہیے۔

❖ آیت 71

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے برتن سونے کے ہونگے، ان کی کنگھیاں سونے چاندی کی ہوں گی، ان کی انگیٹھیوں کا ایندھن عود کا ہو گا۔ مشروب اور برتن خود پاس چلے آئیں گے۔

✧ ابو امامہ کہتے ہیں کہ جنت والوں میں سے ایک شخص جنت کی شرابوں میں سے ایک شراب کی صرف خواہش کرے گا تو برتن (جیسے وہ جگ سا ہوتا ہے) اس کے ہاتھ میں خود بخود آ جائے گا، وہ پی لے گا برتن خود بخود اپنی جگہ واپس چلا جائے گا۔ اٹھ کر واپس نہیں رکھنا پڑے گا۔ ریموٹ کو بھی کنٹرول کرنا پڑتا ہے لیکن یہ auto پر ہیں۔

❖ آیت 72

پھر عمل کی بات آ گئی۔ جہاں بھی جنت کی بات ہوتی ہے وہاں عمل کی بات ہوتی ہے۔

❖ آیت 75

دنیا میں بھی جس کسی کو مایوسی ہوتی ہے، ڈپریشن ہوتا ہے وہ کتنے کرب سے گزرتا ہے، ساری نعمتوں کے ہوتے ہوئے جو دل کی تکلیف ہوتی ہے وہ انسان کو ہر چیز سے بیزار کر دیتی ہے۔ تو کہاں جہنمیوں کو تکلیف بھی ہو گی اور اوپر سے مایوسی بھی ہو گی۔

❖ آیت 78

ہم سب کو اپنے دلوں کا جائزہ لینا چاہیے کہ قرآن اور سنت کی باتیں پڑھ کر کیا ہمارے دل راضی ہوتے ہیں یا اندر اندر سے objection ہی اٹھتے رہتے ہیں کہ یہ کیوں اور یہ کیسے اور یہ بڑا مشکل ہے۔ نہیں۔

سنتے ہی کہنا چاہیے۔۔۔ سمعنا و اطعنا۔۔۔ ہم نے سنا اور ہم مانیں گے۔

❖ آیت80

سب کچھ ساتھ ساتھ لکھا جارہا ہوتا ہے۔ تو تنہائی میں بیٹھ کر ذرا ان پر غور کیا کریں۔ دائیں بائیں ذرا سی imagination میں نظر ڈالا کیجیے کہ یہ اب بھی ساتھ نہیں چھوڑ رہے۔ اب بھی لکھے جا رہے ہیں۔

❖ آیت87

یعنی جب یہ مانتے ہیں کہ خالق اللہ ہے تو کیوں نہیں مانتے کہ مالک بھی وہی ہے اور معبود بھی وہی ہے۔ ایک step اور آگے۔

❖ آیت89

یہاں سلام سے مراد سلامتی بھیجنا نہیں بلکہ bye bye کرنا، بائیکاٹ کرنا ہے۔

سورۃ الدخان

❖ آیت3

لیلۃ القدر کا دوسرا نام لیلۃ المبارکہ ہے۔ جو ہزار مہینوں سے افضل رات ہے، جو اس رات سے محروم رہا وہ ہر خیر سے محروم رہ گیا۔ یہ کونسی رات ہے؟

❖ آیت4

یعنی یہ فیصلوں کی رات ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ پندرہ شعبان کو یہ سب ہوتا ہے۔ تقدیر کے فیصلے نافذ ہوتے ہیں، 15 شعبان نہیں بلکہ وہ رمضان کی یہ رات جس میں قرآن نازل ہوا اور یہ فیصلہ اترتے ہیں۔ انسان کے سال بھر کے فیصلوں کا لوح محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کو دیا جانا ہوتا ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز تقدیر سے وابستہ ہے یہاں تک کہ فہم و فراست بھی اور بے بسی بھی۔

تقدیر پر ایمان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ تقدیر کا انکار انسان کو جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ تو یہ ہمارے ایمان اور basic عقیدے کا ایک حصہ ہے۔ اس کا درست ہونا بھی ضروری ہے۔

❖ آیت10

یعنی قرب قیامت میں لوگوں پر چھا جائے گا۔

❖ **آیت12** **یادرکھیں** کہ جب بڑی نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔

❖ **آیت16** اشارہ ہے جنگ بدر کی طرف۔

❖ **آیت27** سب کچھ پیچھے رہ گیا۔ حسرت آمیز انجام۔

❖ آیت 29

تو یاد رکھیے کہ جب کوئی نیک بندہ فوت ہو تا ہے تو جہاں وہ سجدے کر تا ہے، عبادت کر تا ہے، جہاں وہ ذکر کر تا ہے وہ جگہیں اس کو یاد کرتی ہیں لیکن جب کوئی ظالم ہو تا ہے تو ہر چیز شکر ادا کرتی ہے، تو قوم فرعون کا کوئی نیک عمل نہیں تھا کہ جو آسمان کی طرف بلند ہو تا تو آسمان والے ان کی وجہ سے غمگین ہوتے اور نہ ہی زمین پر کوئی نیک عمل تھا جس کی وجہ سے زمین ان کے پیچھے ان کے لیے روتی، یعنی کسی کو صدمہ نہیں پہنچا۔

رویا کب جاتا ہے؟ کہ جب انسان کو کوئی صدمہ پہنچتا ہے۔

❖ **آیت 30** یعنی فرعون سے۔

❖ **آیت 37** یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔

❖ **آیت 38-39** یہ دنیا صرف انٹرٹینمنٹ کی جگہ نہیں ہے۔ بلکہ انہیں حقیقی مصلحت سے پیدا کیا ہے۔

❖ **آیت 42** تو رحمان ہی رحم کر تا ہے، جس پر چاہتا ہے کر تا ہے، یہ اس کی مشیت ہوتی ہے۔

❖ **آیت 45** ابلے گا، کھولے گا جیسے ابلا ہوا پانی جوش مار تا ہے، جب کیتلی ابلتی ہے اس وقت دیکھا کریں۔

❖ **آیت 49** دنیا میں بظاہر تو بڑی چیز بنا ہوا تھا آج دیکھو کے تمہارا حال کیا ہو تا ہے۔ یعنی جیسا اس کا قصور تھا ویسا ہی اس کا انجام۔ جھوٹی عزت آخرت میں کوئی فائدہ نہ دے گی۔

❖ **آیت 51-52**

امن کا ہونا کسی بھی جگہ کا اصل حسن ہے۔ وہ جگہ بڑی ہی اچھی لگتی ہے، چاہے ویسے معمولی سی ہو، جہاں انسان کو سکون حاصل ہو تا ہے اور وہ peace محسوس کر تا ہے، چاہے وہ ایک درخت کا سایہ ہو یا وہ ایک معمولی سی مسجد ہو، چاہے وہ کوئی ذکر کا حلقہ ہو معمولی سے لوگوں کا، وہ جگہ خوبصورت ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں امن ہو تا ہے۔ جنت کا بھی اصل حسن یہی ہے کہ ساری نعمتوں کے ساتھ امن۔ اور دنیا میں ساری نعمتیں ہوں لیکن امن نہ ہو تو انسان کی پریشانی اسے نعمتوں سے فائدہ اٹھانے نہیں دیتیں۔

❖ **آیت 53** Face to face

❖ **آیت 55**

یعنی ساری ہی نعمتیں جمع ہو جائیں گی۔ من پسند کھانے کو ملیں گے، جو پھل ان پر جھکے ہوئے ہوں گے، ان کے نزدیک ہوں گے، کبھی ختم نہیں ہوں گے دنیا میں تو سیزن ختم ہو جاتا ہے، عمدہ قسم کے انگور آتے ہیں پھر ان کا موسم چلا جاتا ہے آپ لاکھ کوشش کریں، پوری مارکیٹ چھان ماریں آپ کو وہ نہیں ملیں گے اسی طرح باقی بھی بہت سی چیزیں یعنی بعض چیزیں مخصوص اوقات میں ہی دنیا میں پیدا ہوتی ہیں۔ آپ دوسرے وقت میں ان کو پیدا کرنے کی کوشش کریں تو وہ حاصل نہیں

ہو تیں لیکن وہاں پر ہر موسم میں ہر پھل اور پھر اتنے ہوں گے جو کبھی ختم نہ ہوں گے، نہ کبھی روکے جائیں گے اور پھر یہ کہ ایک ایک پھل کا خوشہ اتنا بڑا ہو گا کہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔

✶ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ لینا چاہا اگر میں لے لیتا تو تم اسے اس وقت تک کھاتے رہتے جب تک دنیا موجود رہے۔

❖ آیت58

یہ آسان کتاب ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ کسی فلسفے کی کتاب کی طرح اس میں کوئی ایسی گتھیاں نہیں جو سلجھ نہ سکیں، جو آپ کو سمجھ میں نہ آئیں، کوئی فارمولا نہیں، کوئی ایسی چیز نہیں جو آپ کی سمجھ سے بالا ہوں، صاف سمجھ میں آنے والی چیز ہے۔

سورۃ الجاثیہ

❖ آیت5

تو یہاں توحید کے دلائل دیے گئے ہیں۔ مختلف چیزوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔ آسمان کا، زمین کا، لوگوں کا، جانوروں کا، رات کا، دن کا، پھر آسمان سے بارش کے آنے کا اور اس سے زمین کے زندہ ہونے کا، پھر ہواؤں کو چلانے کا۔ یہ ہمارے سامنے دلائل ہیں تاکہ ہم اللہ کی وحدانیت پر ایمان رکھیں۔

❖ آیت8

جو قرآن سن کر اس پر ایمان نہ لائے اس کی باتوں پر یقین نہ کرے پھر ان کی یہ جزا ہے۔

❖ آیت12

یہ سب کچھ اللہ نے ایک حکمت اور مصلحت کے تحت پیدا کیا ہے۔

❖ آیت20

تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یقین رکھنے والا ہی دراصل قرآن سے مستفید ہو سکتا ہے۔

یقین بہت بڑی دولت ہے اس کے بعد انسان کے اندر ایسی determination آتی ہے کہ پہاڑ اِدھر سے اُدھر ہو سکتا ہے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلتا، اس کے اندر استقامت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن جس کو یہ یقین نہ ہو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اور اس کو ماننے اور نہ ماننے کے کچھ consequences ہیں تو پھر وہ اسکو seriously نہیں لیتا، تو یقین کرنے والے جو ہیں ان کے لیے بصیرت بھی ہوتی ہے، وہ، وہ کچھ دیکھ لیتے ہیں جو عام لوگ نہیں دیکھ پاتے، ان کے لیے ہدایت اور رحمت ہوتی ہے اور جو لوگ یقین نہ کریں ان کے لیے تاریکی اور غم کا سبب ہے یہ سب۔

❖ آیت21

کتنی واضح آیت ہے کہ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو ٱجۡتَرَحُواْ ٱلسَّيِّـَٔاتِ ہیں اور دوسری طرف وہ ہیں جو عَمِلُواْ ٱلصَّٰلِحَٰتِ ہیں۔ تو یہ دونوں الگ الگ

کیٹیگری کے لوگ ہیں۔ دونوں کی نہ زندگی برابر ہے، نہ موت اور نہ موت کے بعد۔ دو الگ راستے ہیں، دو الگ directions ہیں، انسان ایک ہی وقت میں اچھا اور برا کام نہیں کرتا، یا اچھا کرتا ہے یا برا کرتا ہے۔

یہ آیت عبادت گزاروں کو رُلا دینے والی آیت ہے۔

✧ ابراہیم بن اشعث کہتے ہیں کہ میں نے فُضَیل بن عیاض کو دیکھا کہ وہ رات کے اول حصے سے اس کے آخر تک اس آیت اور اس جیسی آیات کو پڑھتے رہتے تھے، پھر وہ کہتے تھے کہ کاش میں جان لیتا کہ دونوں گروہوں میں سے، میں کس میں سے ہوں؟

کیونکہ نیک عمل صرف یہ نہیں ہوتا جو ظاہر میں اچھا اچھا لگ رہا ہو، کوئی آپ کو دیکھ رہا ہے کہ آپ بہت اچھی نماز پڑھ رہے ہیں، بہت اچھی طرح قرآت کر رہے ہیں، بہت بھاگ بھاگ کر لوگوں کے کام آتے ہیں، نہیں یہ کافی نہیں ہے۔

دیکھا یہ جائے گا کہ اس کے پیچھے بنیاد کیا تھی؟ نیت کیا تھی؟ ارادہ کیا تھا؟ سوچ کیا تھی؟

یہ سامنے والا حصہ لوگ دیکھتے ہیں اور پیچھے والا صرف اللہ دیکھتا ہے۔ اس لیے بندے کو نہیں پتہ چل سکتا کہ میں کہاں کھڑا ہوں۔ یہ اللہ ہی کو پتہ ہے کہ کون کہاں پر ہے؟ کس مقام پر ہے؟ بظاہر جو ہماری غلطیاں ہوتی ہیں ان کو تو لوگ بھی پوائنٹ آؤٹ کرتے رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو نماز میں ہاتھ یہاں نہ رکھو یہاں رکھو، رکوع اتنا کرو، سجدہ ایسے کرو، سلام ایسے پھیرو، شہادت کی انگلی اس طرح چلاؤ، یہ سب تو آپ کے دائیں بائیں والے بھی آپ کو بتا دیتے ہیں لیکن آپ نے کس نیت اور ارادے سے نماز پڑھی تھی وہ آپ کے ساتھ والا آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ وہ آپ کے ظاہری خشوع سے بہت زیادہ متاثر ہو سکتا ہے لیکن آپ کے دل کی حالت اگر اس کو پتہ چل جائے کہ آپ کیا کیا باتیں سوچ رہے تھے اس وقت کھڑے ہو کے بظاہر آپ نے سر جھکا ہوا تھا لیکن دماغ کہیں اور تھا تو پھر یہ تو صرف اللہ کو پتہ ہے، اس لیے نیک لوگ کبھی بھی اپنے بظاہر کیے ہوئے نیک اعمال پر راضی نہیں ہو جاتے، خوش نہیں ہوتے، وہ پھر بھی فکر کرتے ہیں کہ اللہ ان کو قبول کر لے۔

❖ آیت 23

یعنی اپنی مرضی کو اپنا لیڈر رہنما رکھا ہے، اسی کو follow کرتا ہے اور اسی کو پوجتا ہے اور اللہ نے علم کے باوجود اسے گمراہ کر دیا یہ بہت خطرناک بات ہے۔ جو شخص خواہش نفس کا غلام ہو جائے اس کا علم بھی اس کو کوئی فائدہ نہیں دیتا کیونکہ وہ علم کو پیچھے کر دیتا ہے، وہ جذبات سے مغلوب ہو کر غلط کام کرتا ہے۔

اس آیت میں بھی خواہشات نفس کی پیروی کی بہت زیادہ مذمت کی گئی ہے۔

✧ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی خواہش کا ذکر کیا ہے اس کی مذمت ہی کی ہے۔

✧ وہب کہتے ہیں کہ جب تم دو کاموں کے بارے میں شک میں پڑ جاؤ کہ کون سا بہتر ہے؟ تو جو کام تمہاری خواہش سے زیادہ دور ہو اُسی کو کر لو وہ دونوں میں بہتر ہو گا۔

یعنی اپنی خواہش کے خلاف چلو تو وہ بہتر ہو گا۔

✧ سہیل تستری کہتے ہیں کہ تمہاری خواہش تمہاری بیماری ہے اگر تم اس کی مخالفت کرو گے تو تمہارا علاج ہو جائے گا۔

یعنی تمہارے اندر کی بہت سی خرابیاں دور ہو جائیں گی۔ تو انسان کو ہر وہ بات نہیں مان لینی چاہیئے جو بس دل میں آئی اور اس کا شوق چڑھ گیا اور وہ کر لیا۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ حقیقی فائدہ کس چیز میں ہے اصل تو اللہ کو راضی کرنا مقصود ہے۔

❖ آیت 24

ٱلدَّهۡرُۚ اسی سے لفظ دہریہ نکلا ہے جو atheists ہوتے ہیں ان کے لیے عربی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔

بس ان کا خیال ہے کہ کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے، یہ سب کچھ خود بخود کام کر رہا ہے اور وقت آئے گا تو ہم ختم ہو جائیں گے، لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، بس ایسے ہی نظام چل رہا ہے،

تو سوچتے کیوں نہیں کہ آغاز کیسے ہوا تھا؟ اور اس سے سوچتے کیوں نہیں کہ انجام کیا ہو گا؟

کیونکہ کوئی بھی چیز ہو اس کا آغاز ہوتا ہے اور ایک انجام ہوتا ہے ان دو سے وہ خالی نہیں ہوتی۔ کسی بھی چیز کے بارے میں آپ سوچ لیں کہ اس کی کوئی نہ کوئی beginning ضرور ہوتی ہے اور اس کا کوئی نہ کوئی end ضرور ہوتا ہے، کوئی بھی چیز اس سے خالی نہیں ہے، تو اس کائنات کی beginning کیا تھی اور کس نے آغاز کیا؟ اور پھر اگر ہم مان لیتے ہیں کہ اللہ نے۔ تو پھر اللہ نے بتایا کہ اس کا ایک انجام بھی ہونے والا ہے اور ایک یوم الدین بھی ہے تو قیامت پر ایمان بھی لازم و ملزوم ہو جاتا ہے۔

❖ آیت 26

اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباواجداد کو اٹھالاؤ، مرے ہوئے کو زندہ کر کے دکھاؤ، وہ تو اللہ ہی نے پیدا کیے ہیں وہی مارتا ہے وہی زندہ کرے گا یہ ہم نے کب کہا کہ ہم زندہ کرنے والے ہیں۔

اب بھی دنیا کی اکثریت اپنے انجام سے غافل اور بے خبر ہے کہ مرنے کے بعد کیا کچھ پیش آنے والا ہے، کچھ خبر نہیں۔ خود مسلمانوں کے اندر بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو نہیں پتا، تو ان کی تو کیا ہی بات ہے کہ جن کو کبھی ہوا بھی نہیں لگی ان چیزوں کی۔

❖ آیت 27

یعنی جو اس کو نہیں مانتے وہ نقصان اٹھائیں گے۔

❖ آیت 32

ہم نہیں جانتے قیامت کیا ہے، بس یہ ایک خیال ہے، ظنی چیز ہے۔

❖ آیت 37

یاد رکھیئے

یہ کبریائی، یہ بڑائی اللہ کا وصف ہے۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے: بڑائی میرے اوپر کی چادر ہے اور عظمت میرے نیچے کی چادر ہے چنانچہ جو کوئی ان میں سے کسی ایک کو بھی کھینچنے کی کوشش کرے گا تو میں اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔

✷ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی

وَٱلسَّمَٰوَٰتُ مَطْوِيَّٰتٌۢ بِيَمِينِهِۦ ۚ سُبْحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ - اور کہنے لگے کہ اللہ تعالی اپنی بزرگی خود بیان کرے گا اور کہے گا کہ میں ہوں جبار، میں ہوں متکبر، میں ہوں بادشاہ، میں ہوں غالب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات بار بار دہرانے لگے (یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنے لگے) یہاں تک کہ آپ کی وجہ سے منبر کانپنے لگا- یہاں تک کہ ہمیں اندیشہ ہونے لگا کہ نبی ﷺ نیچے نہ گر پڑیں۔

یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا اور اللہ کی بڑائی اور عظمت کو محسوس کرنا کوئی معمولی چیز نہیں ہے اللہ تعالی

لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ

سب سے بڑا ہے

وَهُوَ ٱلْعَلِيُّ ٱلْعَظِيمُ

جنت میں بھی اللہ تعالی کے چہرے پر کبریائی کی چادر ہو گی۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں دو باغ چاندی کے ہوں گے جن کے برتن اور تمام دوسری چیزیں چاندی کی ہوں گی، ہر چیز جو بھی استعمال کی ہو گی اور دو سونے کے باغ ہوں گے جن کے تمام برتن اور دوسری چیزیں سونے کی ہوں گی اور جنت عدن میں جنتیوں کے اپنے رب کے دیدار میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ہو گی سوائے کبریائی کی چادر کے جو اس کے چہرے پر موجود ہو گی۔

تو اللہ کی بڑائی علم والے ہی جانتے ہیں اور ہمیں اس کو یاد رکھنا چاہیے اور محسوس بھی کرنا چاہئے۔

ان دو آخری آیات کی تلاوت کر دیں

جس دن انسان اللہ کو بڑا سمجھ لیتا ہے اس دن اس کے لیے اللہ کے سارے احکامات پر عمل آسان ہو جاتا ہے۔ اصل مشکل ہی یہ ہے کہ ہم نے اللہ کو پہچانا نہیں۔ اس کی قدر ہی نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق ہے۔ اللہ ہمیں سکھا دے اللہ ہمیں سمجھا دے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین۔

- تیمم کی مٹی کا ایک پیک ہے جس پر ہاتھ پھیر کر تیمم کیا جا سکتا ہے، گھر میں کوئی نہ کوئی بیمار ہو جاتا ہے تو تیمم کی مٹی ڈھونڈنا ایک مشکل کام ہو جاتا ہے۔
- اسی طرح قرآن مجید کو بہترین طریقے سے پڑھنا آپ کے لیے، آپ کے بچوں کے لیے بہت ضروری ہے الحمدللہ تعلیم التجوید کا کورس آئندہ پیش کیا جا رہا ہے جس میں تجوید بھی ہو گی اور ترتیل بھی ہو گی اسی طرح بچوں کا مفتاح القرآن بھی جس کی معلومات آپ لے سکتے ہیں۔
- اللہ تعالی کی حمد کی قومہ کی یہ دعائیں ہیں یہ بھی آپ پڑھ سکتے ہیں۔
- رکوع اور سجدے کی دعائیں بھی موجود ہیں۔

پارہ 25 کے اہم نکات

1. توحید سے ابلیس، اس کے لشکروں اور مشرکین کا دل تنگ ہوتا ہے، دل گُھٹتا ہے۔
2. خواہش نفس کی پیروی کرنے والوں کو علم فائدہ نہیں دیتا۔
3. دل کی زندگی علم کے بغیر نہیں ہوتی۔
4. علم حاصل کرنے کی اور ایمان کی لذت جنت کی نعمتوں کے مشابہ ہے یعنی جیسے جنت میں لوگوں کو ایک خاص سکون اور اطمینان اور خوشی حاصل ہو گی اُسی سے ملتی جلتی خوشی حاصل ہوتی ہے جب انسان کے اندر ایمان بڑھتا ہے اور انسان کے اندر علم سے ایک خوشی پیدا ہوتی ہے۔
5. لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی بھی نہیں۔
6. معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔
7. مشورے کی بہت اہمیت ہے، اہم معاملات میں مشورہ کرنا بہت ضروری ہے۔
8. کافر موت سے ڈرتا ہے لیکن مومن موت کے بعد آنے والے معاملات سے ڈرتا ہے۔
9. غصہ ہر طرح کے شر کو جمع کر لیتا ہے اور معاملہ بہت دور تک چلا جاتا ہے، بعض اوقات بہت چھوٹی سی بات ہوتی ہے اور غصہ میں آکر انسان جو باتیں کرتا ہے اس کے نتیجے میں بہت بڑا اثر اس تک پہنچتا ہے۔
10. آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں وہ جس کو چاہتا ہے فراخی بخشتا ہے۔
11. اللہ سبحانہ و تعالیٰ قوی اور عزیز ہونے کے باوجود لطیف بھی ہے۔
12. ایمان کا تقاضہ خوف بھی ہے یا ایمان کے نتیجے میں خشیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

اکیڈمک ڈپارٹمنٹ

(کراچی ریجن)